اپنی بات

فنونِ لطیفہ میں اردو غزل کو جو امتیاز حاصل ہے، اس کا اعتراف ہر مکتبۂ فکر کے ناقدوں نے کیا ہے۔ عاشقانہ مضامین ہوں یا تصوف، زندگی کے مسائل ہوں یا کائنات کی گونا گونی ہر ایک نے غزل کے متوالوں کو ہمیشہ متاثر کیا ہے۔ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ غزل نے ہمیشہ اپنے دور کی روح کی ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔ وہ چاہے داخلی معاملات ہوں یا خارجی واقعات، غزل نے ہر جبر و استبداد کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ جن شعرا نے عاشقانہ شاعری سے مقصدی شاعری کی جانب سفر اختیار کیا ہے، انھوں نے نہ صرف اردو غزل کو پروان چڑھایا ہے، بلکہ اس کے خدوخال مزید واضح شکل میں اُبھر کر سامنے آئے ہیں۔ انھوں نے غزل کو ایک ایسا آئینہ خانہ بنا دیا ہے، جس میں زندگی کے پیچ و خم سے اُلجھے بغیر حقیقی تجربات و مشاہدات سامنے آتے ہیں۔ ساتھ ہی غزل کی پرتیں جو تہہ در تہہ تھیں، وہ بھی کھلتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ عاشقانہ غزل کی بے اعتدالیوں سے انحراف کر کے انھوں نے دراصل غزل کو نہ صرف توانا اور مستحکم کیا ہے، بلکہ اس پر محبوبیت کا جو ٹھپہ لگ چکا تھا اس کو دور کیا ہے۔ ان شعرا کے بیباک لہجے اور بے تکلف انداز گفتگو نے بڑی حد تک غزل کو ایک بانکپن عطا کیا ہے۔ یہاں عاشقانہ غزل کی تغلیط یا تکفیر نہیں کی جا رہی ہے، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ غزل میں یہ صلاحیت موجودہ ہے کہ وہ اپنے کیف و کم کے ساتھ ہر تہذیب کو اپنے اندر سمو لینے کا مادہ رکھتی ہے، غزل کے صرف دو مصرعے شاعر کے فنی اسلوب کا پتا دیتے ہیں اور اس کے رمز آشنا خیالات کی بھرپور ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔ یوں تو ہر شاعر اپنا منفرد شاعرانہ امیج رکھتا ہے، لیکن تخلیقی اعتبار سے ناقدین فن اس کے امیج کو نئے مذاق اور نئی کیفیت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ ان خیالات کو بھی پا لیتے ہیں جو شاعر کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتے۔

غزل کی دو متضاد شکلیں اس وقت سامنے آتی ہیں، جب کسی شاعر کے خیالات میں یکسانیت نہیں ہوتی اور وہ تغافل کا شکار ہوتا ہے۔ یہ تغافل اگر ایک جانب اردو غزل کے لیے نقصان کا باعث ہوتا ہے تو وہیں دوسری جانب خود شاعر کے لیے بھی شعوری یا لاشعوری طور پر قدامت پرستی کا لیبل بن جاتا ہے۔ اس بات کو اس طرح آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے ہر عہد کی شاعری اپنی ترجیحات خود متعین کرتی ہے۔ ماحول اور موضوعات بدلنے سے اس کی ترجیحات خود بہ خود بدل جاتی ہیں۔ کہیں روایتوں سے انحراف ضروری ہوتا ہے اور کہیں روایتوں کو پیش کرنا۔ جب اس نوعیت کی صورتحال پیدا ہو جائے تو یہیں پر شاعر کا اصل امتحان ہوتا ہے کہ وہ اس پیچیدہ اور بہ ظاہر مشکل نظر آنے والی قدامت پرستی سے خود کو کیسے بچا پاتا ہے اور اس کی شاعری میں اعلیٰ اور فنکارانہ شاعری کے نمونے کس طرح سامنے آتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ شعر کو چیستاں بنانے کی بجائے اس میں تازگی سے بھرپور ایسا اظہار ہونا چاہیے کہ سامعین کے ذہن و دل روشن ہو جائیں اور وہ رموز و استعارہ کی لطیف کیفیت سے حظّ حاصل کریں۔

اردو اکادمی، دہلی کی اردو کے فروغ کے لیے سرگرمیاں جاری ہیں۔ جلد ہی توسیعی خطبات، سمینار اور دہلی کے قلمکاروں کا ادبی اجتماع ''نئے پرانے چراغ'' کا انعقاد ہونے جا رہا ہے۔ جس سے یقیناً اردو داں طبقہ محظوظ ہوگا اور اس سے اردو کے فروغ میں بھی مدد ملے گی۔ 'ایوانِ اردو' آپ کو کیسا لگا، اس کے لیے ہمیں آپ کی آرا کا انتظار ہے۔

—ادارہ